ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

تقسیمِ میراث کے منتخب اختلافی مسائل: اہلِ سنت اور واہلِ تشیع کا تقابلی جائزہ

"Inheritance Division: A Comparative Analysis of Selected Differences Between Sunni and Shia Perspectives"

☆فائزہ اقبال

لیکچرار، شعبۂ دراسات عربیہ واسلامیہ، ویمن یونیورسٹی صوابی

☆☆ڈاکٹر شمس الحسین ظہیر

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ دراسات عربیہ واسلامیہ، ویمن یونیورسٹی صوابی

☆☆☆ڈاکٹر بی بی عالیہ

لیکچرار، شعبۂ دراسات عربیہ واسلامیہ، ویمن یونیورسٹی صوابی

Abstract:
Islam presents a complete code of life for all human and Jin, which guides us about every aspect of life. And the basic book of Islam i.e. the Holy Quran and Sunnah provides a complete solution of all of our problems. As Islam is revealed to protect five things of human and Jin and these are belief, health, mind, race and wealth. To carry on peace to this life, Islam has focused on the equal distribution of wealth amongst the followers according to their capabilities, honor and responsibilities. One of these kinds of distribution is the system of distribution of inheritance. In Surah Al-Nisaa Allah Almighty has explained the laws of inheritance which cover about all aspects of inheritance. This is the only topic of Quran which is explained thoroughly, giving rights to all the deserving heirs of a dead person, but there are jurisprudential issues regarding laws of inheritance which may differ from one another according to two sects of Muslims .i.e. Sunni and Shi'a. These paragraphs discuss took some selected controversial issues of inheritance between Sunni and Shi'a schools of thought, which were elaborate in a research manner and its impact regarding jurisprudential side. This article also describes the reasons that how much a relative will get from his nearby heirs. Problems of distribution of the property of heirs are mentioned, after which, their solutions are explained according to their respective sects. At the end a comparison of laws of inheritance of both the sects is given. We hope that study will open new areas of research for the upcoming researchers and will make the readers know about the real and accurate solution of the below mentioned issues of inheritance. And will drag a line wherefrom the scholars and researcher will start their journey of solving of such problem.

Keywords: Law of Inheritance, Sunni, Shi'a, Controversy, Heritage, Jurisprudential Issues

تعارف

قبل از اسلام دنیا میں ہر سو جہالت کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا، ظلم کے بادل ہر سو چھائے ہوئے تھے اور زندگی کے ہر شعبے میں بے حیائی، بے راہے روی اور بے اصولی عام تھی۔ ہر طرف ظلم کا راج تھا اور خاص طور پر کمزور طبقہ کے حقوق کی پامالی اپنے عروج پر تھی۔ عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا؛ نہ اس کا کوئی نان ونفقہ کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار تھا اور نہ ہی کوئی اس کے کپڑے لتّے کا ذمہ لیتا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کا مال ناحق غضب کر لیتے تھے اور پھر نسلوں تک اس مغصوب شدہ مال پر لڑتے رہتے تھے، اور جب بات وراثت کی تقسیم کی آجاتی تو اس کا حقدار محض طاقت ور کو سمجھا جاتا اور اگر دو طاقتور مد مقال ہو جاتے تو پھر وہی مالِ وراثت وبال بن جاتا۔ ایسے میں جب اسلام کا نور پھیلا اور نبی آخر الزمان ﷺ دینِ ہدایت لے کر آئے تو کفر میں بھٹکنے والوں کو زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے راہِ ہدایت مل گئی۔ اسلام نے دیگر تمام معاملات کی طرح معاملاتِ میراث بھی واضح کر دیئے تا کہ تقسیمِ جائداد آسان ہو سکے اور لوگ مال کی خاطر جنگ وجدل سے بچ سکیں۔ اسلام کا قانونِ میراث ہر ایک حقدار کو اس کا حصہ دیتا ہے اور جو جتنا قریب کا رشتہ دار ہو اس کو الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اُتنا زیادہ حصہ ملتا ہے۔ قرآن کریم وسنت میں انسان کی ہدایت کے لئے اللہ رب العزت نے تمام احکامات نازل کئے، جن سے انسان کو زندگی گزارنے کے اسرار ورموز بتائے گئے لیکن کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس کو بہت ہی تفصیل سے بیان کیا گیا ہو یا جس کے چیدہ چیدہ نکات کو اللہ نے بیان کیا ہو، ماسوائے میراث کے احکامات کے؛ جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر 11 اور 12 اور 176 میراث کے متعلق تمام احکامات پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی علم المیراث کے متعلق چند احکامات ایسے

ہیں جن میں اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، دونوں فریقین کسی بھی مسئلہ سے متعلق اپنا الگ مؤقف اور دلائل رکھتے ہیں۔ بہر حال زیر بحث عنوان میں ہم مذکورہ دونوں جماعتوں کے درمیان مسائل میراث میں اختلاف کے درمیان فرق، دلائل اور نتائج کو پرکھیں گے۔ لیکن اُس سے پہلے فرقوں کے تقسیم ترکہ کے طبقات ذکر کئے گئے ہیں کہ دونوں فریقین نے رشتہ داروں کی تقسیم کس طرح کی ہے اور کون سا وارث کس وارث سے درجہ میں اولی ہے اور کون سے ورثاء کی موجودگی میں دوسرے رشتہ دار محروم ہوجاتے ہیں؟ اور کن دلائل کی بناء پر یہ تقسیم کی گئی ہے؟ اس کے بعد مختلف فیہ مسائل مع دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

اہل تشیع کے نزدیک طبقاتِ ورثاء:

- **پہلا طبقہ:** ماں، باپ، اولاد اور اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد جہاں تک سلسلہ چلے۔ اولاد کی اولاد بھی اولاد کہلائے گی لہٰذا طبقہ اولیٰ میں اس کا شمار ہوگا۔ اور ہر درجہ میں قریب کی موجودگی بعید کے لئے وراثت سے مانع ہوگی[1]
- دوسرا طبقہ: بہن، بھائی اور دادا، دادی اور ان کی عدم موجودگی میں باپ کا دادا، دادی اور نانا، نانی۔ ان کے اور میت کے درمیان ایک ہی واسطہ ہے اور وہ ماں، باپ کا ہے۔ ماں، نانی کو اور باپ دادا، دادی کو ملاتا ہے اور یہی دونوں بھائی، بہنوں کو میت سے ملاتا ہے، پس بھائی، بہن کی عدم موجودگی میں ان کی اولاد نیچے تک بھائی، بہن کے قائم مقام ہوں گے لیکن یہاں بھی الاقرب فالاقرب کا قاعدہ ہوگا۔[2]
- تیسرا طبقہ: چچا، ماموں اور ان کی بہنیں ان کو میت سے دو، واسطوں کے ذریعے سے قرب حاصل ہے، ایک ماں اور باپ کا واسطہ اور دوسرا دادا، دادی اور نانا، نانی کا واسطہ۔ اس طبقہ میں ماموں اور اس کے بہنوں میں اپنا حصہ برابر تقسیم ہوگا۔ وہ بھائی اور بہنیں جو باپ کے اخیافی بھائی، بہن ہیں وہ حصہ میں برابر کے شریک ہیں اور قریب کی موجودگی بعید کے لئے مانع ہوگی۔[3]

اہل سنت والجماعت کے نزدیک طبقاتِ ورثاء:

- ذوی الفروض: یہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے قرآن وحدیث میں مقرر ہیں، ذوی الفروض کہلاتے ہیں۔ اور اِس کی دلیل سورۃ النساء کی آیات نمبر 11، 12 اور 176 ہیں۔

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءٗ فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةٗ فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞۚ فَإِن لَّمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٞ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُۚ فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخۡوَةٞ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُۚ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍۗ آبَآؤُكُمۡ وَ أَبناؤُكُمۡ لاَ تَدۡرُونَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ لَكُمۡ نَفۡعاً فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً"[4]

اور آیتِ کریمہ:

وَلَكُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَكَ أَزۡوَٰجُكُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٞۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٞ فَلَكُمُ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَۚ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِينَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖۚ وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّكُمۡ وَلَدٞۚ فَإِن كَانَ لَكُمۡ وَلَدٞ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۚ مِّنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ تُوصُونَ بِهَآ

---

[1] انوار النجف فی اسرار المصحف، علامہ حسین بخش جاڑا، مکتبہ انوالنجف دریاخان ضلع بھکر، ج۴، ص۱۳۵-۱۳۶

[2] ۔ نفس مصدر، نفسِ صفحہ

[3] ۔ نفسِ مصدر، ج۴، ص۱۳۶

[4] ۔ سورۃ النساء۴: ۱۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

أَوْ دَيْنٍ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ ٱمْرَأَةٌ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ فَإِن كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ"[5]

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِى ٱلْكَلَٰلَةِ إِنِ ٱمْرُؤٌا۟ هَلَكَ لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَهُۥٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا ٱلثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِن كَانُوٓا۟ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا۟ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌۢ"[6]

- ذوی الفروض کی کل تعداد بارہ ہیں جو یہ ہیں؛ جن میں سے چار مرد:

-شوہر، باپ، دادا، اخیافی بھائی

-اور آٹھ عورتیں: بیٹی، پوتی، بیوی، ماں، دادی، حقیقی بہن، علاتی بہن اور اخیافی بہن شامل ہیں۔

- عصبات: میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ جب کہ ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور اِس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال الحقوا لفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر»[7]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" حصہ دار کو اپنا حصہ پہنچادو اور جو باقی بچے، وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے۔

- ذوی الارحام: میت کے وہ رشتہ دار جو یا تو خود مونث ہوتے ہیں یا میت کے ساتھ تعلق بذریعہ مونث ہو اور یہ ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہوتے ہیں، جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں، بھانجا اور نواسہ۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیتِ کریمہ ہے: " اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ"[8]

ایک اور جگہ پر ارشاد ربانی ہے:

" لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا "[9]

مردوں کے لیے اُس مال میں سے جو اُن کے والدین یا رشتہ دار چھوڑ جاتے ہیں ایک (مقرر) حصہ ہے اور (اسی طرح) عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں سے جو اُن کے والدین یا رشتہ دار چھوڑ جاتے ہیں ایک (مقرر) حصہ ہے، چاہے یہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ذوی الارحام بھی اصحاب الفرائض اور عصبات کی طرح اقارب میں داخل وشامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ میں وارد ہے:

عن طاؤس عن عائشۃ قالت، اللہُ ورَسُولہُ مولیٰ من لا مولیٰ لہُ والخالُ وارثُ مَن لَا وَارِثَ لہُ"[10]

"۔۔۔۔۔۔۔جس شخص کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث ماموں ہے۔"

---

[5] ۔سورۃ النساء۴: ۱۲

[6] ۔سورۃ النساء۴: ۱۷۶

[7] ۔۔ ابو محمد ،عبداللہ بن عبدالرحمٰن ،سنن دارمی، کتاب الفرائض ،باب العصبة، ج4، ص 1951، حدیث رقم : ۳۰۳۰

[8] ۔سورۃ الانفال۸: ۷۵

[9] ۔سورۃ النساء۴: ۷

[10] ۔ سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب میراث ذوی الارحام، ج4، ص1946، حدیث رقم: 3020

اہلِ سنت واہلِ تشیع کے درمیان مختلف فیہ مسائلِ میراث:

- بیٹیوں کے حصص:

اہلِ تشیع کے نزدیک اگر میت کی اولاد صرف بیٹیاں ہوں اور بیٹا کوئی نہ ہو اور بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے حصہ کل ترکہ کا دو تہائی 2/3 ہے۔ اور اگر ان کے علاوہ اس طبقہ کا کوئی اور وارث نہ ہو اور دادا حیات ہو تو بھی باقی جائیداد ان پر رد ہو گی۔ یعنی کل جائیداد کی وارث یہی بیٹیاں ہو گی۔ اور دوسرے، تیسرے طبقہ والوں کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔[11] اور اس کے لیے وہ آیتِ کریمہ: **اولوا الارحام بعضهم اولىٰ ببعض فى كتاب الله**'[12] سے استدلال کرتے ہیں۔ مسئلہ مذکورہ کو شکلِ ذیل سے واضح کیا جاتا ہے:

مسئلہ:3 دو بیٹیاں 2/3 بنا بر ذی الفرض	دادا محجوب
1	-
2بطور رد	-

جب کہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک اگر بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہو تو ان کو دو تہائی 3/2 ملے گا، جسے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں گی اور باقی ماندہ ترکہ میں سے دادا کو سدس بطورِ فرض اور باقی سدس بطورِ عصوبت ملے گا، اور اِس کی دلیل ذیل کی حدیث ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال الحقوا لفرائض باهلها فما بقى فهو لاولى رجل ذكر»[13]

(سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”حصے حصہ دار کو پہنچا دو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہیں۔"

مسئلہ:6 دو بیٹیاں 2/3	دادا 1/6، ع
2+2=4	1+1=2
	فرض، عصبہ

- بڑے بیٹے کے حصص:

اہلِ تشیع کے نزدیک میت کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے ترکہ سے بطور عطیہ کے درج ذیل اشیا کا وارث ہو گا:

1۔ باپ کے مخصوص کپڑے

[11] ۔انوار النجف، ص۱۲۴

[12] ۔الانفال۸: ۷۵

[13] سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب العصبة، ج4، ص1951، حدیث رقم: ۳۰۳۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

2۔ انگوٹھی

3۔ تلوار

4۔ قرآن مجید

5۔ باپ سے جو روزہ، نماز وغیرہ قضا ہوگئی ہے اس کی آدائیگی بڑے بیٹے کے ذمہ ہوگی اور باقی ترکہ میں بھی ان کا حصہ ہے اور اِس کی دلیل وہ درج ذیل قول ہے:

"علی بن ابراهیم عن ابیه عن حماد عن حسین عن ابی عبدالله علیه السلام قال اذا هلك الرجل وترك بنین فللاکبرالسیف والدرع والخاتم والمصحف فان حدث به حدث فللاکبر منهم"[14]

مسئلہ مذکورہ کے متعلق اہلِ سنت کا مؤقف:

اہل سنت کے نزدیک میت کے ترکہ میں اس کے تمام اولاد کا حصہ ہے اور ترکہ ان کے درمیان سورۃ النساء کی آیت 11 کے مطابق تقسیم ہوگا اس میں بڑے یا چھوٹے بیٹے کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ اکیلا ہے تو بطور عصبہ کل ترکہ کا وارث ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی ذی فرض ہے تو آیاتِ مواریث کے مطابق اُن کو اپنے حصص دیے جائیں گے اور اِس کے لیے وہی سیدنا عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں، مثلاً اگر اس کے ساتھ میت کی بیٹیاں بھی ہوں تو "لذکر مثل حظ الانثیین" کے قاعدے کے تحت بیٹے کو دو اور بیٹی کو ایک حصہ دیا جائے گا جیسا کہ شکلِ ذیل سے اِس کو واضح کیا گیا ہے:

مسئلہ:3 ابن	بنت
ذی الفروض	ذی الفروض
2	1

زوجین کی میراث:

مسئلہ مذکورہ بالا میں اہلِ تشیع کا مؤقف یہ ہے کہ عورت کو اس کے شوہر کی وراثت میں اولاد کی عدم موجودگی میں ربع، اور اولاد کی موجودگی میں ثمن ملے گا لیکن ان کو یہ حصہ مکان کی لکڑیوں اور دیگر آلات میں سے قیمت کی صورت میں دیا جائے گا اس کے علاوہ زمین اور دیگر جائیداد غیر منقولہ سے اس کو وراثت نہ ملے گی۔ اِس کے لیے وہ ذیل دلیل کا سہارا لیتے ہیں:

الاستبصار للطوسی میں باسناد خود امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ عورت مرد کے مکان کی لکڑیوں وغیرہ کی وارث ہوگی اس کی زمین کی وارث نہ ہوگی، تو محمد بن مسلم راوی حدیث نے وجہ پوچھی کہ کیسے؟ فرع کی وارث ہے اور اصل کی نہیں، تو فرمایا کہ وہ نسب کے لحاظ سے مرد کی وارث نہیں ہے بلکہ وہ تو دوسری قوم سے آئی ہے لہذا وہ فرع کی وارث ہوگی نہ کہ اصل کی، کیونکہ وہ خود اس کی اصل کی نہیں بلکہ فرع کی وارث ہے لہٰذا اس کی وراثت بھی فرعی ہوگئی اس لئے کہ اس عورت کی وجہ سے کوئی دوسرا ان کی جائیداد میں وارث نہ بن جائے[15]۔

---

[14] ۔ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی، الاستبصار فی ما اختلف من الاخبار، باب ما یختص به الولد الاکبر اذا کان ذکرا من المیراث، ج4، ص۲۷۰

[15] علامه طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، الاستبصار، کتاب الفرائض (ان المرءة لا ترث من العقار والدور والارضین شیاءً من تربة الارض)، ج4، ص: 188187،

جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے:

"الحسين بن معلےبن محمد عن الحسن بن علےبن حماد بن عثمان عن ابی عبد الله علیه السلام انما جعل المرءة قيمة الخشب والطوب لئلایتزوجن فیدخل علیهم من یفسد مواریثهم"[16]

بروایت حماد بن عثمان اپ نے فرمایا عورت مکان کی لکڑیوں وغیرہ سے وارث ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ کسی اور جگہ شادی کرے تو پھر اس کی وجہ سے اس کے پہلے شوہر کے ورثاء کے مال میں اس کے پچھلے لواحقین شامل ہو کر ان کی میراث کو فاسد کر دیں گے۔

(3): موسیٰ بن بکر کہتا ہے میں نے زرارہ سے دریافت کیا کہ بکیر سے روایت ہے، حضرت امام باقر نے فرمایا عورت اپنے شوہر کے گھر کی زمین بلکہ جملہ زمینوں کی وارث نہیں ہوسکتی ہاں اگر مکان میں درخت یا لکڑیاں ہوں تو اس کو اپنا حصہ ان کی قیمت سے دیا جائے گا اور نفس زمین میں سے اس کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ یہ سن کر زرارہ نے کہا واقعی ایسا ہی ہے اور اس میں ذرا شک نہیں ہے۔[17]

اِن احادیث میں مطلقاً عورت کو شوہر کی زمین کی وراثت سے محروم کیا گیا ہے اس میں فرق نہیں کہ عورت صاحب اولاد ہو یا نہ ہو۔ ان کے مطابق زوجہ کو میراث کا آٹھواں ملے گا اگر میت کی اولاد رکھتی ہو، جبکہ زمین میں اس کا کوئی حق نہیں ہے اور اعیان، وہ عمارت ہے جو میراث میں شامل ہے، جس کی زمین میں زوجہ کا حصہ نہیں ہے مگر بلڈنگ، درخت وغیرہ میں اس کا آٹھواں حصہ اسے ملے گا[18]۔ زمین کے علاوہ ساری چیزوں میں زوجہ کا حق ہے اور ورثاء کو اختیار ہے چاہے وہ گھر، درخت وغیرہ دیں یا ان کی قیمت دیں، میراث میں زوجہ کا حق آٹھواں حصہ ہے[19]۔ چونکہ احادیث متواترہ اس باب میں وارد ہوچکی ہیں لہٰذا قرآن کے عمومی حکم کے لئے یہ باعث تخصیص ہوگی اور چونکہ مرد کے بارے میں اس قسم کی احادیث وارد نہیں لہٰذا قرآنی حکم اپنے عموم پر باقی رہے گا اور عورت کا مرد کی زمین میں وارث نہ ہونا یہ صرف مذہب شیعہ اس کے مختصات میں سے ہے۔

اہلِ سنت کا مؤقف:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک بیوی کو اولاد کی موجودگی میں 4/1 اور اولاد کی غیر موجودگی میں ¼ حصہ ملے گا۔

اِس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ’’**ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم**‘‘[20] اور بیویوں کے لئے ترکہ کی چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ہے۔

احادیث سے استدلال (1):۔ **"عن علی فی امراءۃو ابوین قال من اربعة للمراءة الربع وللام ثلث مابقی ومابقی فللاب"[21]**

سیدنا علی سے مروی ہے کہ انہوں نے بیوی اور والدین کے متعلق کہا، بیوی کے لئے چار حصوں میں سے چوتھائی حصہ ہے، اور ماں کے لئے بقیہ مال کا تہائی حصہ ہے اور بقیہ باپ کے لئے ہے۔

(2):۔"ان عثمان بن عفان قال فی امرءة و ابوین للمرءاة الربع وللام ثلث مابقی"[22]

---

[16] ۔ نفسِ مصدر، باب ان لمرءة لا يرث من العقار والارضين شيئامن تربة الارض ولها نصيبها من قيمة الطوب والخشب والبنيان، ج۳، ص۱۸۷

[17] ۔ انوار النجف، ص33۔123

[18] https://www.sistani.org/urdu/qa/01872/، فتویٰ نمبر ۳۵

[19] https://www.sistani.org/urdu/qa/01872/، فتویٰ نمبر ۳۶

[20] ۔ سورۃ النساء۴: ۱۲

[21] ۔ سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب فی زوج وابوین وامراۃ وابوین، ج4، ص 1895، حدیث2913

[22] ۔ سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب فی زوج و ابوین وامراۃ وابوین، ج4، ص1893، حدیث2909

سیدنا عثمان بن عفان نے بیوی اور والدین کے متعلق کہا کہ بیوی کے لئے چوتھا حصہ ہے اور ماں کے لئے باقی مال کا تہائی ہے۔

ایک ہی قسم کے بعض ورثاء کو جہاں اسن کی تعداد ایک سے زیادہ ہو مجموعی طور پر اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا کہ ان میں سے ایک ھی وارث کو ملتا ہو۔ چنانچہ اگر میت کی زوجات ایک سے زائد ہوں تو سب حسبِ تصریح چوتھائی یا آٹھویں حصے میں (جیسی بھی صورت ہو) باہم شریک ہوں گی اس اصول کا اطلاق زوجہ کے علاوہ دادی اور نانی پر بھی ہوتا ہے۔[23]

اور اس میں جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

مسئلہ عصبات:

عصبہ: عصب کی جمع ہے واحد، جمع مذکر مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع عصبات ہے اور مصدر عصوبۃ بمعنی گھیرنا، احاطہ کرنا۔ چونکہ عصبہ بھی میت کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے مثلاً اوپر ابوت، نیچے بنوت، ایک طرف اخوت اور دوسرے طرف عمومت اس لئے اسے عصبہ کہتے ہے۔

اصطلاحی تعریف میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قران وحدیث میں متعین نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں عصبہ کہلاتے ہیں۔[24]

اہل تشیع کا موقف:

اہل تشیع کے نزدیک تعصیب باطل ہے۔ قرآن مجید میں ورثاء کے جو حصے مقرر ہیں ان کے ہاں ان حصوں کو فرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَأُوْلُو ٱلْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ ٱللَّهِ[25]

اس آیت کی روسے جو فرض سے بچا ہو قریبوں پر تقسیم ہوتا ہے، اس کو رد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علماء امامیہ تعصیب کو باطل جانتے ہیں یعنی یہ کہ فروض سے جو کچھ بچ جائے وہ دوسرے وارثوں کو دیا جائے جنہیں عام اصطلاح میں وارثان بازگشت سے تعبیر کیا جاتا ہے شیعہ کے نزدیک یہ باطل ہے کیونکہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کسی صورت میں وارث نہیں بن سکتا۔[26]

اولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله"

یہ آیت واضح دلیل ہے پس حق یہ ہے کہ فرض کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ بحق قرابت انہی پر رد ہو گا کیونکہ وہی زیادہ قریبی ہیں۔

اہل سنت کا موقف:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک تعصیب جائز ہے۔ عصبات، میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قران وحدیث میں متعین نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال الحقوا لفرائض باهلها فما بقی فهو لاولی رجل ذکر»[27]

---

[23] مجموعه قوانین اسلام ، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، جلد۵، ص 1700

[24] ۔ الاعوان الناجیه فی شرح الفرائض السراجیه، ابو میمون محمد محفوظ اعوان ، ناشر: جامعه امام بخاری ، سرگودھا، ص59

[25] سورۃ الاحزاب۳۳: ۶

[26] ۔انوار النجف، ج۴، ۱۳۸

[27] سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب العصبة، ج4، ص1951، حدیث نمبر 3030

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "حصے حصہ دار کو پہنچادو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے۔

حدثنی الضحاک بن قیس ان عمر قضی فی اهل طاعون عمواس انهم کانوا اذا کانوا من قبل الاب سواء فبنوالام احق واذا کان بعضهم اقرب من بعض باب فهم احق بالمال"[28]

ضحاک بن قیس بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون، عمواس (یا زمانہ اسلام میں طاعون) والوں میں فیصلہ کیا کہ جب وہ باپ کی طرف سے برابر کے رشتہ دار ہوں تو ماں کی اولاد مقدم ہو گی۔ اور جب کوئی، دوسرے سے باپ کے زیادہ قریب ہو تو مال کے وہی زیادہ حقدار ہیں۔

3:۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ، الْفَقِيهُ ثَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ الرَّقِّيُّ، ثَنَا أَبِي، ثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرٍ، رضي الله عنه قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا، فَقَالَ: «يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ» فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى عَمِّهِمَا فَقَالَ: «أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَأُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سعد بن الربیع کی بیوی آکر رسول اللہ سے کہنے لگی یہ سعد بن الربیع کی دو بیٹیاں ہیں جن کے والد آپ کے ساتھ احد میں شہید ہوئے ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کر کے ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تو میراث کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کے پاس پیغام بھیجا اور فرمایا سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دو ان کی ماں کو آٹھواں دے دو جو باقی رہ جائے وہ آپ لے لو[29]۔

اس حدیث سے بھی عصبات کو ترکہ دینے کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سعد بن ربیع کے بھائی کو ذوی الفروض کی موجودگی میں ان سے رہا ہوا مال بطور عصبہ دے دیا۔

مسلۂ عول:

لغوی معنی: زیادتی، غلبہ، عال المیزان اس وقت کہا جاتا ہے جب ترازو کا پلڑا جھک جائے۔

اصطلاح میراث میں حصص مخرج سے بڑھ جانے کی صورت میں مخرج کے اجزاء میں اضافہ کرنا اس کو عول کہتے ہے۔

اہل تشیع کا موقف:

اہل تشیع کے نزدیک جس طرح تعصیب باطل ہے اس طرح عول بھی باطل ہے۔ یعنی جب معین شدہ فروض قرآنی اصل ترکہ کی واجب تقسیم عدد سے بڑھ جائے تو عول کے قائل یہ کہتے ہیں کہ عدد واجب التقسیم پر اسی قدر حصص بڑھا دیئے جائیں جتنوں کی کمی پڑی ہے پھر ہر صاحب کو اس کا معین حصہ دیا جائے اور اس صورت میں ہر وارث پر اپنی حیثیت سے کمی وارد ہو گی۔

دلیل:۔ شیعہ حضرات عول کے بطلان کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ کہتے ہے کہ اس صورت (عول) میں خدائے دانا و بینا کے علم پر اعتراض وارد ہو گا کہ اس نے اپنے کتاب میں ایسے حصے کیوں مقرر فرمادیئے جبکہ حساب کے لحاظ سے عدد واجب التقسیم میں گنجائش ہی نہیں تھی اسی بناء پر علمائے امامیہ کے نزدیک عول باطل ہے۔

[28] سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب العصبة، ج4، ص1949، حدیث 3025)

[29]۔ المستدرک علی الصحیحین، کتاب الفرائض، ج370/4حدیث نمبر (7954)

اہل تشیع کے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ ہر وارث جس کا حصہ قرآن میں مقرر ہو اگر کسی وجہ سے وہ حصہ نہ مل سکے اور اس کا متبادل حصہ مقرر ہو جسے ماں، اولاد کی غیر موجودگی میں ثلث اور موجودگی میں سدس، یا شوہر اور بیوی، تو ان کو مقدم سمجھا جائے گا ان کے حصص میں کمی نہ ہوگی۔ اگر کسی کا حصہ مقرر ہے کسی وجہ سے نہ مل سکے اور اس کے متبادل دوسرا حصہ نہیں ہے بلکہ باقی ماندہ ملے گا تو اس کو مؤخر سمجھا جائے گا اس کے حصہ میں کمی کر کے ترکہ تقسیم کیا جائے گا[30]۔

مثلاً:

مسئلہ 6 زوج	اخت (2)
نصف	ثلثان
1/2	2/3
3	3

مذکورہ بالا مسئلے میں شوہر کو نصف کے 3 اور بہنوں کو ثلثان کے 4 ملنے پر عول ہوتا ہے اور عول کے انکار میں فقہ جعفریہ کے نقطہ نظر کے مطابق شوہر کے حصے میں کمی کرنے کے بجائے بہنوں کے حصے میں مابقی کو برابر تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ بہنوں کا کم ترین حصہ قرآنی حصص میں یہی ہے۔

اہل سنت کا مؤقف:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک عول جائز ہے یعنی کمی کسی ایک یا دو وارثوں کے ترکہ میں نہیں ہوگی بلکہ سب وارثوں کے حصص پر ترکہ پھیلا دیا جائے گا اور مخرج کے اجزاء کو بڑھایا جائے گا۔

مثلاً

مسئلہ 6: عول 7 زوج	اخت 2
1/2 نصف	2/3 ثلثان
3	4

دلیل:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: اخْتُصِمَ إِلَى شُرَيْحٍ، فِي بِنْتَيْنِ، وَ أَبَوَيْنِ، وَزَوْجٍ فَقَضَى فِيهَا، فَأَقْبَلَ الزَّوْجُ يَشْكُوهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَبَاحٍ، فَأَخَذَهُ، وَبَعَثَ إِلَى شُرَيْحٍ فَقَالَ: مَا تَقُولُ فِي هَذَا؟ قَالَ: هَذَا يَخَالُنِي امْرَءاً جَائِرًا، وَ أَنَا أَخَالُهُ امْرَءاً فَاجِرًا يُظْهِرُ الشَّكْوَى وَيَكْتُمُ قَضَاءً سَائِرًا. فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: مَا تَقُولُ فِي بِنْتَيْنِ، وَ أَبَوَيْنِ، وَزَوْجٍ؟ فَقَالَ: «لِلزَّوْجِ الرُّبُعُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، وَلِلْأَبَوَيْنِ السُّدُسَانِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلِابْنَتَيْنِ» فَلِأَيِّ شَيْءٍ نَقَصْتَنِي؟ قَالَ: «لَيْسَ أَنَا نَقَصْتُكَ، اللَّهُ نَقَصَكَ، لِلِابْنَتَيْنِ الثُّلُثَانِ، وَلِلْأَبَوَيْنِ السُّدُسَانِ، وَلِلزَّوْجِ الرُّبُعُ، فَهِيَ مِنْ سَبْعَةٍ وَنِصْفٍ فَرِيضَةً، فَرِيضَتُكَ عَائِلَةٌ

---

[30] ۔انوار النجف، ج۴، ص۱۳۸

قاضی شریح کے پاس دولڑکیوں ,ماں اورباپ اور شوہر کاقضیہ آیاانہوں نے اس میں فیصلہ کر دیا(یعنی بغیر عول کی،لہٰذہ اس کا حصہ کم ہو گیا)لہٰذہ مسجد میں شوہر نے اس کا شکوہ کیاتو عبداللہ بن رباح نے قاضی شریح کو بلا بھیجا اور قاضی شریح سے پوچھا: تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ: یہ آدمی مجھے ظالم سمجھتاہے اور اس کو میں فاجر سمجھتاہوں کیوں کہ اس نے فتویٰ بتادیا اور پورا فیصلہ چھپا گیاہے، اس آدمی نے کہا: پھر آپ دولڑکی، ماں باپ اور شوہر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کہا: شوہر کے لئے پورے مال کا ربع (چوتھائی) ہے اور ماں باپ دونوں کے لئے دو سدس (چھٹا) حصہ یعنی (چھ اور چھ) ہے، جو بچاوہ لڑکیوں کے لئے ہے، میں نے تمہارے لئے کیا کمی کی؟ عبداللہ بن رباح نے کہا: میں نے تمہاری کوئی تنقیص نہیں کی، اللہ نے تمہارا نقص بیان کیاہے۔ دونوں لڑکیوں کے لئے دو ثلث (چار) ماں باپ کے لئے سدسان اور شوہر کے لئے ربع چوتھا حصہ ہو گا، اور یہ مسلہ ساڑھے سات سے ہو گا، اور اس مسلہ میں عول سے کام لیناہو گا[31]۔

صورت مسئلہ یوں ہے۔

مسئلہ:12/عول:15			
زوج	ام	اب	بنت 2
1/4	1/6	1/6	2/3
3	2	2	8

مسئلۂ عول بمطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

سیدنا علی کوفہ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ کسی عورت نے آکر مذکورہ بالا مسئلے کا حل پوچھا سیدنا علی نے بغیر کسی غورو فکر کے فوراً اس کا حل بتایا۔سائل نے پوچھا کہ کیا بیوی کا حصہ آٹھواں مقرر نہیں ہے؟ لیکن اس صورت میں جب بیوی کو 27 میں سے تین ملے تو اس کو آٹھواں کہاملا؟ 24 میں تین آٹھوں ہے مگر 27 میں تین کم آتاہے۔آپ نے جواب دیا"**صار ثمنها تسعا**""اس کا آٹھواں حصہ عول کرکے نواں بن گیا اور خطبہ جاری رکھا لوگ آپ کی ذہانت سے تعجب کر گئے ۔ چونکہ یہ مسئلہ منبر پر آپ سے پوچھا گیااور منبر پر ہی آپؓ نے فوراًجواب دیااس لئے مسئلہ منبریہ کہلاتا ہے اور اس میں بیوی کا آٹھواں حصہ پھیل کر نواں بن جاتا ہے اسکو عول کہتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک عول جائز ہے[32]۔

صورت مسئلہ یوں ہے۔

مسئلہ:24/عول:27			
زوجہ	بنت 2	ام	اب
1/8	2/3	1/6	1/6+عصبہ
3	16	4	4

[31] ۔ سنن دارمی ،کتاب الفرائض، باب فی العول والفرائض، ج4، ص، 2021، حدیث نمبر 3207

[32] ۔شمس الدین، محمد بن مفلح، الفروع و تصحیح الفروع، مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ، ج۸، ص۲۵

ذوی الارحام کے حصص:

اہل تشیع کا موقف:

اہل تشیع کے نزدیک اگر میت کے بیٹے، بیٹیاں موجود نہ ہوں بلکہ ان کی اولاد موجود ہو اور میت کے والدین موجود ہوں تو والدین کو چھٹا دیا جائے گا اور باقی پوتوں اور نواسوں میں ایک اور دو کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔یعنی پوتے اپنے باپ کا حصہ لیں گے اور نواسے اپنی ماں کا حصہ لیں گے اور ان کی باہمی تقسیم مرد و عورت کی ایک اور دو(للذکر مثل حظ الانثیین) کی نسبت سے ہوگی اور اگر صرف نواسے اور نواسیاں ہوں تو میت کے ماں باپ کا حصہ نکالنے کے بعد اگر یہ ایک لڑکی کی اولاد ہو تو ان کو کل جائیداد کا نصف 1/2 حصہ بطور فرض ملے گا اور باقی ماں اور ان پر ان کے سابقہ حصص کی بناء پر ماں، باپ اور ان پر حق قرابت کے لحاظ سے رد ہوگی۔

دلیل :۔احمد بن محمدعن الحسین بن محبوب عن سعد بن ابی حلف عن ابی الحسن الاول قال بنات البنت یقمن مقام البنات اذالم یکن بنات ولاوارث غیرهن وبنات الابن یقمن مقام الابن اذالم یکن للمیت ولدولاوارث غیرهن[33]

مسئلہ:6 ام	اب	بنت الابن
1/6سدس	سدس1/6	1/2نصف
1	1	3+1=4

اور اگر دو لڑکیوں کی اولاد یا زیادہ کی اولاد ہو گی تو ماں، باپ کے حصوں کے بعد کل جائیداد میں سے ان کو دو تہائی ملے گا اور آپس میں حسب حصص تقسیم کریں گے۔

مسئلہ:6

ام	اب	نواسے ایک بیٹی سے	نواسی دوسری بیٹی سے
1/6سدس	1/6سدس	ثلثان	=
1	1	4	=
		2	2

اہل سنت کا موقف:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک جب میت کے ماں، باپ موجود ہوں تو ان میں سے ماں کو کل مال کا تہائی حصہ ملے گا، باپ کو عصبہ کی حیثیت سے باقی ماندہ ترکہ دیا جائے گا اور نواسہ چونکہ ذوی الارحام میں آتا ہے تو وہ محروم ہوگا کیونکہ جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی رشتہ دار موجود ہو تو ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں یہاں بھی چونکہ ذی فرض اور عصبہ موجود ہیں تو نواسے محروم ہوں گے۔

دلیل:۔**فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث** "یعنی اگر کوئی اولاد نہ ہو اور میت کے والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کو کل مال کا تہائی حصہ ملے گا۔

اس آیت میں باپ کا حصہ بیان نہیں کیا گیا اس سے سمجھا گیا کہ اولاد کی عدم موجودگی میں ماں کو ثلث دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ باپ کو ملے گا یعنی باپ عصبہ محض ہوگا۔

دلیل:۔'عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی ﷺقال الحقوا لفرائض باهلها فما بقی فهو لاولی رجل ذکر[34]»

[33] ۔ الاستبصار، ابو جعفر الطوسی، باب ان ولدالولد یقوم مقام الولداذالم یکن ولد، ج۳، ص۲۰۶

[34] سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب العصبة، ج4، ص1951، حدیث نمبر 3030

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "حصے حصہ دار کو پہنچا دو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے"

مسئلہ: 3

ام	اب	نواسے ایک بیٹی سے	نواسی دوسری بیٹی سے
1/3 ثلث	عصبہ محض	محجوب	محجوب
1	3	-----	-----

خلاصۂ بحث

اس مضمون میں مسلمانوں کے 2 بڑے گروہوں اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین تقسیم میراث کے مختلف فیہ مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا تحقیق میں اہلِ سنت والجماعت کے وہ مسائلِ میراث بیان کئے گئے ہیں جن میں ان کا اور اہلِ تشیع کا اختلاف پایا جاتا ہے، ساتھ ہی دونوں گروہوں کے دلائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان مضمون میں 6 خلافیہ مسائل بیان کئے گئے ہیں جن میں سے 3 کا تعلق ذوی الفروض، 1 کا تعلق ذوی الارحام، 1 کا عصبات سے ہے، اس کے علاوہ مسئلۂ عول بھی مذکور ہے جو کہ خلافیہ مسئلہ ہے۔ جب دونوں فریقین کی تقسیم کو مع دلائل پرکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ذوی الفروض کی تقسیم میں اہلِ تشیع کو کافی حد تک محروم رکھا گیا ہے۔ بیٹیوں کے معاملے میں بھی اور بیٹوں کے معاملے میں بھی۔ محض بڑے بیٹے باپ کے کو ترکہ میں خاص چیزیں دی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ زوجین کی تقسیم بھی اہلِ تشیع کے ہاں غیر منصفانہ کی جاتی ہے اور بیویوں کو ترکے میں اس کا جائز حق نہیں دیا جاتا۔ وہی مسئلۂ ذوی الارحام اور عصبات کی تقسیم میں بھی ہے۔ اس غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے ذوی الرحام، ذوی الفروض اور عصبات سب کے حصص پر فرق پڑتا ہے جبکہ دوسری طرف اہلِ سنت والجماعت کی تقسیم قران و سنت کے اصولوں پر کی گئی ہے اور سب ورثاء کو برابر کا حصص دیا جاتا ہے۔ جو کہ معاشرتی سطح پر بھی دیکھا جائے تو اتنا ہوتا ہے کہ وارث کو تقویت ہو۔ جیسے شوہر کی جائیداد سے عورت کو اہلِ سنت کے ہاں قران کے اصول کے مطابق اتنا دیا جاتا ہے کہ وہ بیوگی کے بعد پر سکون زندگی گزار سکے، دوسری طرف اہلِ تشیع عورت کو شوہر کی میروث میں سے مکان وغیرہ دینے کے قائل نہیں۔ اسی طرح ذوی الارحام اور عصبات کے متعلق بھی اہلِ تشع کے ہاں کوئی حکم نہیں یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کی تقسیمِ جائیداد کو عقل مانتی ہے اور معاشرتی سطح پر بھی یہ تقسیم قابلِ قبول ہے۔